

کی کوششیں جتنی بھی بے لوث اور غرضانہ کیوں نہ ہوں ایک عادلانہ اسلامی آئین کے سلسلہ میں تب بار آور ہو سکتی ہیں کہ آئین کی تدوین و تشکیل کیلئے صحیح اور اہل رجال کا دار انتخاب کیا جائے کوئی ادارہ ہزار نیک نیتی خلوص اور پاکیزگی مقصد کے باوجود اہل افراد کے بغیر کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا تو ہمیں اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آئین کمیٹی میں کن لوگوں کو لیا گیا ہے؟ مگر اسلامی آئین کے تحفظ و اہمیت کے بارہ میں جناب صدر کی بار بار یقین دہانیوں کو دیکھتے ہوئے غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے نہایت احتیاط سے کام لیا ہوگا، اور پچھلے ۲۳ سال کے مختلف آئینی بورڈوں اور کمیشنوں کے عبرتناک انجام کو نگاہ میں رکھا ہوگا جو اسلام کے بارہ میں خام خیالی اور تجدد زدگی کی وجہ سے الامداد و تحریف کی رو میں بہہ کر حکومت اور رعایا کے درمیان نفرت اور بعد کا سبب بنے اور بد قسمتی سے اسلامی قانون کی سمت قوم کا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کا بنیادی سبب اگر مختار یہی کہ ایسے کمیشنوں کے ارکان کو وہ صلاحیت، استعداد اور اخلاص میسر نہ ہو سکی تھی جو کتاب و سنت کے مطابق آئین سازی کے لئے ضروری تھی نہ وہ اسلامی شریعت کے مزاج کے واقف تھے نہ اسلام کی معاشرتی اور سماجی حکمتوں پر ان کی نظر تھی اور نہ ان کا کردار عمل اس پیمانے پر پورا اترتا تھا۔ نتیجہ وہ قوم کے دینی احساس، گریہ و گناہ اور اسلام سے لگن سے صرف نظر کرتے ہوئے نئے زمانہ کی رو میں بہہ گئے اور اسلام کو ماڈرن شکل میں پیش کرنے میں روشن خیالی اور ترقی کا معیار سمجھنے لگے۔ فطری طور پر قوم کے باشعور اور دیندار طبقہ نے اسے ستر کر دیا اور قوم کے اجتماعی مجہد نے ان سب چیزوں کو قے کر دیا۔ پچھلے طویل عرصہ کا یہ تلخ اور طویل تجربہ صدر صاحب کے سامنے ہے۔ اور وہ یقیناً نہیں چاہتے ہوں گے کہ قومی زندگی کے مزید قیمتی لمحات اس سبت اور تجربہ کے دہرانے میں گنوا دے جائیں۔



اس احساس اور جذبہ خیر خواہی کی بناء پر چند معروضات آئین کمیٹی کے انتخاب کے سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں جنکی رعایت ایک قابل قبول آئین اور ملت کی بقا و سلامتی کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے۔

۱۔ ضروری ہے کہ آئین کمیٹی کے تمام افراد اسلامی آئین کو موجودہ تقاضوں اور نئے مسائل کی روشنی میں مدون کرنے کی ہر طرح اہلیت رکھتے ہوں اور انہیں اسلامی آئین کی جامعیت، اعتدال اور سراپا عدل و انصاف ہونے کا پختہ یقین ہو۔

- ۲۔ اگر ایک طرف وہ عصر حاضر کے مسائل اور جدید علوم و نظریات پر نظر رکھتے ہوں تو دوسری طرف استدلال اور تشریح و تعبیر کی اسلامی حدود اور نزاکتوں سے بھی آگاہ ہوں۔
- ۳۔ قرآن و سنت اور اسلامی قانون (فقہ اسلامی) پر انہیں نہ صرف مطالعاتی بلکہ تحصیل دسترس ہو۔
- ۴۔ عصر حاضر کی عملی اور علمی مشکلات کے حل کیلئے وہ دینی بصیرت، فراست، ایمانی، سلامت فکر، دینی جنگی، ملی غیرت، خدا ترسی، تقویٰ اور جذبہ خیر خواہی دینی کوششی جیسی صفات سے مالا مال ہوں۔
- ۵۔ ان کا کوئی فیصلہ تعصب، تخریب، عناد، جہل خود غرضی اور خواہشات نفسانی پر مبنی نہ ہو بلکہ اپنے تمام فیصلوں کیلئے اللہ رسول صحابہ تابعین، ائمہ فقہ اور تعامل سلف میں سے کوئی قوی بنیاد اور سند موجود ہو۔

- ۶۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مغربی افکار و نظریات اٹھائے انہوں نے ان کا ذہن مرعوب نہ ہوتا کہ نہ تو وہ اسلام میں تحریک و ترمیم کی جرأت کر سکیں اور نہ وہ اسلام کو ماڈرن بنانے اور خود بدلنے کی بجائے قرآن بدلنے کے جذبہ سے کام لیں۔
- ۷۔ ایک اہم بات یہ کہ ایسے لوگوں کو پاکستان کے نظریاتی پس منظر کا نہ صرف احساس ہو بلکہ انہیں اسلام اور لا الہ الا اللہ کے نام پر مسلمانوں کی ان بے مثال قربانیوں سے جذباتی تعلق ہو جو پاکستان کی تشکیل و تعمیر کے نام پر دی گئیں۔ اگر ایسے افراد پاکستان کو کسی سماجی یا معاشی اور جغرافیائی مسئلے کا پیداوار سمجھتے ہوں تو وہ ہرگز کوئی مفید آئین نہیں دے سکیں گے۔
- ۸۔ آخری بات یہ کہ تمام ارکان کو اس نازک ترین کام کے تقدس اور عظمت کا نہ صرف لحاظ ہو بلکہ ملک کی صحیح تعمیر اور قوم کی نیا پار لگانے کیلئے وہ اپنے اندر دیوانہ وار جذبہ، لگن، عشق اور جوش عمل بھی رکھتے ہوں۔

ہمیں پورا احساس ہے کہ پچھلے دور غلامی نے قدیم و جدید کی جو دوٹی پیدا کی ہے، پھر اپنی ستم کاریوں کی وجہ سے مخطوۃ الرجال کی جو صورت پیدا ہو چکی ہے کیٹی میں بیک وقت ایسے جامع الصفات افراد کا ہتیا ہونا مشکل ہے مگر اس مشکل کو قدیم و جدید دونوں قسم کے مرزوں افراد کے حسین امتزاج ہی سے حل کیا جاسکتا ہے۔ جدید ماہرین قانون کے پہلو بہ پہلو اسلامی علوم و صفات کی حامل شخصیتیں اگر اس کام میں شریک کی جائیں تو پوری قوم کیلئے ایک قابل قبول آئین تیار کیا جاسکتا ہے۔ گٹھ جوڑ بھی بھی ایک پہلے سے نہیں چل سکی۔ اس معاملہ میں بے اعتدالی ہمیشہ ہماری مشکلات میں امانت کا سبب بنتی چلی آ رہی ہے۔

وہ نئی اسلامی آئین کی تدوین اور اس کے قابل عمل ہونے کی بات تو یہ اب ایک ایسی

کھلی حقیقت بن چکی ہے جس سے انکار سوائے غناو، ہٹ دھرمی اور اسلام کے بارہ میں کافرانہ ذہن کا نتیجہ برہی نہیں سکتا۔ علمائے مختلف پیرایوں میں اسے بارگاہ ثابت کیا ہے، جسے ہم کسی دوسری فرصت میں بیان کریں گے۔ مغرب کا کوئی تمدنی اور معاشرتی یا سائنسی و فنی انگشتاں و ایباد اسلام کے ابدی اصولوں کو چیلنج نہیں کر سکتا، خرابی ہوگی تو ان طور طریقوں کی ذاتی ہوگی، جنہیں ہمیں یکجہٴ نظر دینا ہوگا۔ جائزہ محدود میں کسی ترقی اور استفادہ سے اسلام ہمیں نہیں روکتا۔ اسی طرح اسلامی آئین ہی اس ملک کے واحد ذریعہٴ نجات و بقا ہونے پر بھی تازہ حالات نے مہر ثبت کر دیا ہے اس سلسلہ میں اہل زینج والہاء اور تجدد زدہ افراد کے اٹھائے ہوئے شبہات پر توجہ دینا قیمتی وقت ضائع کرنا ہے۔ ضرورت بس اللہ کا نام نیکو پرے ایمان و یقین اور مؤمنانہ عزم و ہمت سے کام کرنے کی ہے پھر دیکھئے فلاح و سعادت کا کیسا ابدی نسخہ اکبر ہمارے ہاتھ آتا ہے اور ہماری تمام مصیبتیں کتنی جلد کا فہرہ ہوتی ہیں اور اللہ کی مدد کس کس طرح شریکِ حال ہوتی ہے۔

★ ★

آئین کمیٹی کیلئے مزدوری ہے کہ تدوین و تشکیل آئین اسلامی کیلئے وہ تمام مفید مواد بھی سامنے رکھے جو پچھلے ۲۳ سال میں اہل حق علماء و محدثین افراد کے بہترین دماغوں نے سفارشات کی شکل میں پیش کیا ہے۔ قرار داد و مقاصد اور اس دور کی ”تعلیمات اسلامیہ بورڈ“ کی سفارشات، مختلف منکاتب فکر و مکتبہ فکر، تعلیمی اصلاحات کے بارہ میں مختلف رپورٹیں، عالمی رپورٹیں، معاشی اصلاحات کے بارہ میں ہر مکتب فکر کے ۱۱۸ علماء کی اصلاحات کا خاکہ یہ سب چیزیں آئین میں بہترین رہنما اصول ثابت ہو سکتی ہیں اس کے علاوہ علماء کی ان مختلف جماعتوں سے بھی اگر آئین کی تدوین و ترتیب کے لئے سفارشات طلب کی جائیں جو موجودہ پارلیمنٹ میں سیٹیں حاصل کر چکی ہیں اور جنہیں اسمبلی میں آئین کے بارہ میں رائے اور مشورے کا موقع دینے کا وعدہ کیا گیا ہے تو آئین سازی کا کام بہت حد تک سہل ہو سکتا ہے۔ جمعیت العلماء اسلام کی مثال ہمارے سامنے ہے جو ملک کے برگزیدہ علماء و مشائخ کی بہت بڑی جماعت ہے۔ اس جماعت کے بہترین ماہرین اور جید علماء کے ایک بورڈ نے اسمبلی میں پیش کرنے کیلئے ایک آئینی مسودہ تیار کر لیا ہے۔ اگر آئین کمیٹی اس سے بھی استفادہ کرے تو اس جماعت کے منتخب علماء آئینہ اسمبلی میں ترمیم اور اضافہ کی مساعی سے بچ جائیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ کمیٹی کے صحیح انتخاب اور آئین کی تیاری میں موجودہ حکومت کی دستگیری فرمائے اور قوم موجودہ غیر یقینی بحرانی کیفیت سے نکل کر یقین و اطمینان اور عزم و عمل کی دولتوں سے سرشار ہو۔

وما ذلک علی اللہ العزیزہ واللہ یقول الحق وهو یمدی السبیل۔

★ ★

یادِ رفتگان | طبری سندھ کے جوں سال عالم مولانا قاضی فضل اللہ مرحوم اور ضلع جھنگ کے باہمت عالم مولانا دوست محمد صاحب کا دن دہار سے قتل پوری قوم کیلئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ علماء حق کے خون سے بڑھ کر اللہ کی بارگاہ میں کوئی مقدس چیز نہیں اگر حکومت اور پوری قوم نے سر جوڑ کر ایسے المناک اقدامات کی تلافی ہو نہ دارک کا نکرہ کیا تر غطرہ ہے کہ سنت اللہ کے مطابق شہیدوں کا یہ خون رنگ لکھ پوری قوم کو مخاطب اللہ وندی میں مبتلا کر دے۔ ادارہ مرحومین کے رنج درجات اور سپانندگان کے صبر جمیل کیلئے دستِ بدعا ہے۔ اور اس غم میں برابر کا شریک۔ مرشد زادہ استاد زادہ محرم مولانا عبداللہ صاحب ابن مولانا احمد علی لاہوری، بولانی سالی میں پچھلے دنوں انتقال فرما گئے۔ ان کا گھر سربسید کا ایک ہم کھانہ ہوا۔ ان کا انتقال رفیقِ اعلیٰ سے نوازے اور پورے خاندان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

مقام کے مولانا خدا بخش مرحوم ممتاز عالم خداترین بزرگ، حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے خاص تومسلمین میں سے تھے پچھلے دنوں ان کا انتقال ہوا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو مقاماتِ قرب سے نوازے۔

نوازے۔

دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے پربورش اور مخلص رکن جناب کرنل عثمان شاہ صاحب (نوشہرہ) ۲۶ جون کو یکایک حرکت قلب بند ہونے سے ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ دارالعلوم کی ترقی و تعداد کے لئے ان کی کوششیں بے حد قابلِ تحسین تھیں۔ عجیب صفات کے مالک تھے۔ حق تعالیٰ انہیں بھی رضوان و مغفرت سے نوازے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ وارضاہم۔

مدینہ منورہ سے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ کے برادرِ اصغر حضرت مولانا سید محمود صاحب کے ساتھ ارحام کی اطلاع علمی و دینی حلقوں کے لئے رنجہ ہے شیخ مدنی کے والد بزرگوار نے جس قافلہ شرق کے ساتھ دیارِ حبیب میں بسیر کیا تھا حضرت سید محمود اس کے آخری نشان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے ساتھ دنیا کے مناصب اور مفار سے بھی نوازا تھا۔ اعلیٰ صفات کے مالک تھے، حق تعالیٰ اپنے مثالی خاندان کے زمرہِ صالحین میں شمار کر دے اور درجاتِ عالیہ نصیب ہوں۔ الحق اور دارالعلوم حقانیہ حضرت مرحوم کے تمام خاندان، بالخصوص صاحبزادہ مولانا محمد اسعد مدنی اور مولانا محمد ارشد مدنی دیوبند کے ساتھ اس غم میں شریک ہے۔

کنعہ الی

حیاتِ طیبہ

عمر ثانی اور دوسری زندگی

تیسری قسط

اب بتنا بھی اللہ کیلئے کام کرے گا بندگی کرے گا۔ حق تعالیٰ کی معرفت اور پہچان بڑھ جائیگی اور جتنی پہچان بڑھتی جائے گی قربِ خداوندی نصیب ہوتا جائے گا، ایمانی زندگی میں فقط عقیدہ تھا کہ الٰہ الملک ایک ہے مگر اللہ کی رضا کیلئے کام کرتے کرتے فقط علم نہیں رہے گا۔ جان پہچان ہر بائگی اور اب منشاء کی پابندی کرنے لگے گا۔ اب تک تو قانون کی پابندی کر رہا تھا۔ حکم ہوا، نماز پڑھ لے۔ کہا بہت اچھا۔ حلال اختیار کرو، حرام چھوڑ دو، کہا بہت اچھا۔ رشوت ستور، بہت اچھا، جھوٹ مت بول کہا بہت اچھا۔ تو جتنے احکام تھے ان کی پابندی کا نام تھا ایمان اور اسلام کہ خدا کے قانون کے نیچے زندگی بسر کرے۔ یہ بھی ایمانی زندگی۔ لیکن ایک مرتبہ زندگی کا اس سے بھی اوپر تھا اور وہ یہ کہ قانون کی پابندی کرتے کرتے آخر میں قانون ساز کے منشاء کی پابندی کرنے لگتا ہے اور قانون سے بالاتر ہو کر عمل کرتا ہے۔

تعاون تیرا ہے مثلاً کسی محبوب نے امر کیا کہ بھیجی اپنے باغ سے مہین پھول دیدو اور تم نے بھیج دیا۔ اور قانون سے بالاتر منشاء کی پابندی یہ ہے کہ سارا باغ ہی اس کے سپرد کر دیا محبوب کو کہ چھوٹ کر کیا ہے، سارا باغ ہی حاضر ہے۔ اللہ نے مانگا کہ جو روٹی کھاتے ہو اس میں سے تھوڑا سا حصہ اللہ کے نام پر بھی دیدو۔ تو منشاء کی پابندی یہ ہے کہ سارا کھانا ہی، اٹھ کر اللہ کے نام پر دے دیا۔ روزہ رکھ لیا۔ تو انسان ایسا جب کرے گا کہ حکم کے سامنے موجود ہو، جب سامنے موجود ہوگا تو حکم کا انتظار نہ ہوگا بلکہ وہ تو اسی کی نگاہ و ابرو کو پہچان کر عمل کرے گا۔ اس کی منشاء اس کی پیشانی سے معلوم ہو جائے گی کہ یہ چاہتا ہے۔ یہ نہیں۔ اور نگاہ زیب کے۔ وائعات میں لکھا ہے کہ ان کا

جو کمانڈر انچیف تھا، اس نے نیازی شدت کر دی، سامانِ رسد فوجوں کی تیاری۔ اور ان کے کانوں میں پھونک دیا کہ دکن پر جانا ہے، تیار رہو تو کسی نے کمانڈر سے کہا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے؟ کہا نہیں بلکہ ایک دفتر اور ننگ زیب تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں کھڑا تھا، تو مجلس میں دکن کا جو ذکر آیا تو بادشاہ نے نہایت تیز نگاہوں سے دکن کی طرف دیکھا، میں سمجھ گیا کہ دکن سے اس کے دل میں زنگ ہے تو ابھی حکم تو نہیں۔ مضابط میں تو تب ہو گا مگر منشاء میں نے پالیا ہے اور ننگ زیب کا — تو اگر یہ عالمگیر سے دور ہوتا تب تو انتظار کرتا کہ قانونی حکم پہنچے اور سامنے کھڑا تھا تو اس کی نگاہ اور پیشانی سے پہچان گیا۔ تو منشاء کی پابندی کرنا گویا پہچان پر عمل کرنا ہے۔ اس کو کہتے ہیں معرفت اور عرفان۔ اور ایک ہے علم اور اعتقاد جو غائبانہ ہوتا ہے۔ اور ایک یہ کہ اللہ کو رسول کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اب قانون کا انتظار نہیں اب تو نگاہِ داور وہی مقصد بتلا دے گی اس کو معرفت کی زندگی کہتے ہیں۔ اور ہم اس کا نام رکھیں گے عرفانی زندگی —

ایرانی شہزادے کا ایک واقعہ میں نے دیکھا کہ اس کے پاس بادشاہِ ہندوستان مہمان ہوا۔ انہیں ضرورت پڑی لیوں کی، شہزادہ ایران کے باغ میں کھٹے لیوں تھے، خادمِ اجازت لینے آئے وہ سن کر منعض سے ہو گئے۔ ترش روئی سے دیکھا۔ اس نے باہر آکر کہا کہ اجازت مل گئی، لیوں توڑو۔ کہا۔ یہ قوتِ اجازت کہاں ملی وہ تو کچھ نہیں برے۔ اس نے کہا کہ جب شہزادہ نے ترش نگاہوں سے دیکھا تو سمجھ گئے کھٹے لیوں کی اجازت، دیدی گئی، تو پاس رہنے والے منشاء اور طبیعت میں اتنا دخل پالیتے ہیں خواہ لفظ سامنے نہ ہوں — تو انبیاء اور اولیاء جو معرفتِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے ذوق سے ان چیزوں کو پا لیتے ہیں جو منشاء خداوندی ہوتے ہیں حالانکہ حکم ابھی نہیں ہوتا۔ اور بہت سے اہل اللہ اور اولیاء کاملین کے قلب پر جو واردات ہوتے ہیں ان واردات سے ان کو منشاء خداوندی معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ قانون نہیں ہوتا شریعت کا تو اس کی تبلیغ تو نہیں کرتے مگر خود وہ کرنے پر پابند ہیں کیونکہ انہوں نے منشاء کو دیکھ لیا۔

حضرت ساجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ العزیز جو دارالعلوم کی جماعت کے شیخ ہیں وہ کہ معظمہ ہجرت کر کے گئے تو عمر بھر سیاہ رنگ کا جھٹانہ پہنا۔ لوگوں نے کہا کہ شرانگنا ہائز ہے؟ فرمایا نہیں، پوچھا کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا بیت اللہ کا غلاف سیاہ رنگ کا ہے، مجھے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس رنگ کو قدموں میں استعماں کیا جائے۔ یہ محض ایک ذوق اور منشاء کی بات تھی۔ تو ادبی ذوق کے اللہ بعض دفعہ آدمی وہ چیزیں کرتا ہے کہ قانون میں نہیں ہوتیں مگر اس کا ذوق بہتا ہے کہ مجھے اس طرزِ عمل پر

ہانا ہے اس کو کہتے ہیں عرفانی زندگی — تو اولیاء کاملین کی زندگی عرفانی رہتی ہے کہ محض جائز و ناجائز نہ ہی نہیں بلکہ جائز کے اندر بھی دیکھتے ہیں کہ فشاء اگر یہ ہو کہ کم سے کم کھادوں تو ایسا کروں اور اگر یہ ہو کہ بالکل نہ کھادوں تو میں فاقہ کرنا گوارا کروں۔ اور حضرات صحابہؓ اور حضرات اہل اللہ جو فقر و فاقہ کو پسند کرتے ہیں تو شریعت نے یہ حکم نہیں دیا، مگر بہت سے اولیاء کی زندگی ہے، جیسے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کہ ایک ایک ہفتہ فاقہ کا گذرتا تو یہ شرعی حکم نہیں تھا مگر شریعت بھیجنے والے کا فشاء ان کے حق میں یہی تھا کہ جب زیادہ سے زیادہ زہد بڑھ جائے تو زیادہ سے زیادہ درجات بلند ہوں گے۔ حضرت شاہ ابوالعالیؒ کو فاقہ سے بڑی محبت تھی اور دو دو ہفتے فاقے ہوتے تھے اور وہ ارادی فاقے ہوتے تھے، یہ نہیں کہ سفس اور تنگدست تھے، دولت تو ایسے لوگوں کے قدموں میں آکر گرتی ہے۔ تو شاہ ابوالعالیؒ کے پیر آئے ان کے گھر شاہ صاحب موجود نہیں تھے، تو گھر والوں کو پریشانی ہوئی کہ ہمارے گھر کے جو بڑے ہیں شاہ ابوالعالیؒ ان کے شیخ کی کس طرح خاطر مدارات کریں۔ شیخ سمجھ گئے کہ نہ دانہ ہے نہ پانی۔ تو ایک روپے کا غلہ منگوا یا اور ایک تحوید لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اسے غلہ میں ڈال دو، اللہ برکت دے گا، شیخ ایک ہفتہ ٹھہرے اور روزانہ کھایا اور حبیب چلے گئے تو وہ غلہ ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ دو تین ہفتے کے بعد شاہ ابوالعالی تشریف لائے تو دیکھا کہ دو دو وقت روٹی پک رہی ہے، انہیں محبت تھی فقر و فاقہ سے، تو فرمایا کہ کیا بات ہے، فاقہ نہیں ہوتا۔ ہمارے پاس تو کچھ تھا نہیں دو وقت کی روٹی کہاں سے آئے گی۔ تو کہا کہ آپ کے شیخ آئے تھے، گھر میں فاقہ تھا، تو انہوں نے خود ایک روپے کا غلہ منگوا یا اور تحوید لکھ کر ڈالا، اس کی برکت ہے۔ کہا اچھا تم بڑی گستاخ ہو۔ میرے شیخ کے تحوید کو غلہ میں ڈال دیا ہے۔ نکال کر لاؤ، میں اسے اپنی قبر میں رکھوں، اسے بیکر پکڑی میں باندھ لیا اور وہ غلہ اسی دن ختم ہو گیا، اب پھر فقر و فاقہ شروع ہو گیا تو کہیں شریعت کا حکم تھا، ہفتہ ہفتہ فاقے کرنے کا۔ مگر قانون بنانے والے کا فشاء محسوس کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر ہوتا کہ درجات بلند ہوں، روحانیت ترقی کرے۔

بنی کریم کی سیرت، طیبہ میں آتا ہے کہ دو دو مہینے گذرتے تھے کہ بیتِ نبوت میں وصول نہیں اٹھتا تھا، کھانے کو ایک ٹکڑا کھجور اور پانی (اسودین) پر گذر ہوتی تھی تو قرآنِ کریم میں تو یہ حکم موجود نہیں تھا کہ آپؐ دو مہینے بالکل فقر و فاقہ سے رہیں۔ مگر قانون سے بالاتر ہو کر قانون بھیجنے والے کا فشاء آپؐ کے قلب پر روشن تھا کہ انبیاء کی پاکیزہ زندگی کا یہی تقاضا ہے کہ وہ کھانے پینے اور لذت کی طرف اپنی بھی توجہ نہ دیں وہ توجہ کریں تو حق تعالیٰ کی ذات کی طرف علم و عرفان کی طرف تو یہ قانون ساز کی